وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

رسالہ

عجالہ مسمّی بہ

ہیب ما شمر کا منڈھ

مرتبہ

عالی جناب سیّد ضرغام حیدر صاحب زیدی و عمرانی زید فضلہ

حسب فرمائش

(احسن الشعرا) منشی محمد علی احسن خانصاحب بسمل کمبوہ میرٹھی

در مطبع نامی پریس میرٹھ حلیۂ طبع پوشید

باسمہ سبحانہ

جب جناب خادم حسین صاحب خادم بھیروی احمدی کی شوخ نگاری انکی آزاری کی حدتک پہنچ گئی اور آپ نے جوشِ مناظرہ میں قاتلانِ حسین علیہ السّلام کو شیعہ بتلائے اور شمر ملعون کو خادم حسین ثابت کرنے میں دریغ نہ کیا تو چند محبان بے ریا نے فضیلت مآب سید ضرغام حیدر صاحب زیدی کو اس بے عنوانی پر توجہ دلائی اور جناب ممدوح نے ایک مختصر مضمون شمر ملعون کے مذہب و عقیدت کی بابت لکھکر البرہان لاہور میں شائع کرادیا ضرورت تھی کہ اسکے بعد احمدی حضرات اپنی جدت آفرینی کو خیرباد کہتے لیکن ع وہاں وہ نشے نہ تھے جنھیں ترشی اوتار دے۔ کا یہ رنگ دیکھکر خاکسار نے حضرت ضرغام حیدر صاحب کو مکرر کچھ لکھنے پر مجبور کیا۔ اور آپ نے حصّہ دوم مرتب کر کے میرے سپرد کردیا یہ مضمون اسقدر لطیف تھا کہ میں نے اس سے عام ناظرین کو محروم رکھنا نہ چاہا حصّہ اوّل و دوم یکجائی شائع کیا جاتا ہے اور ضرورت ہوئی تو حصہ سوم بعد میں طبع کردیا جائے گا مضمون کیسا ہے اس کا اندازہ خود فرمایئے۔ حق یہ ہے کہ شمر ملعون ہی کی مذہبیت و ملت کی نقاب کشائی نہیں کی گئی بلکہ احمدی عقیدے کو بھی اپنے اصلی رنگ میں ناظرین کے سامنے پیش کردیا ہے

خاکسار

محمد علی احسن خان بسمبل کمبوہ دروازہ شہر میرٹھ

۱۰ مئی سنہ ۱۹۳۲ء

(نوٹ:) جن حضرات کو اس کتاب کی ضرورت ہو وہ ٹکٹ بھیجکر پتہ ذیل سے طلب فرمالیں +

(احسن الشعرا) علی احسن خاں بسمبل کمبوہ دروازہ شہر میرٹھ

شمر ملعون کا مذہب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم ٥

متکلم لاثانی و مناظر قادیانی منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی کے پر لطف مضامین کا شہرہ سن کر یہ عبد ذلیل ان کے مطالعہ کا مشتاق تھا۔ اس تمنا کو ایک مکرم دوست نے رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان مطبوعہ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۱ء بھیجکر پورا کر دیا۔ رسالہ مذکور میں جناب موصوف کا ایک عجیب و غریب مضمون اس سرخی سے کہ "ہاں شمر ذی الجوشن بھی شیعہ تھا" نکلا ہے جس کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ قابل مضمون نگار مدت دراز سے قاتلان حسینؑ کو شیعہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ شاید اس لئے کہ خادم صاحب خود بھی سابق شیعہ کہے جانے کے مدعی ہیں۔ اور بعد میں احمدی ہوئے ہیں۔ گویا ایسے لوگوں کو جن کا شعار تبادلہ عقیدہ یا جناب موصوف کے خیال کے مطابق ارتداد ہو۔ اچھی طرح پہچان سکتے ہیں۔ یا شاید اس لئے کہ احمدی ہوتے ہی الہام و وحی کا دروازہ ان پر کھل گیا۔ اور بقول جناب موصوف ان پر خداوند کریم نے اس حقیقت کا اظہار کر دیا۔ کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے۔ مضمون مذکور تشحیذ الاذہان کے آٹھ صفحوں پر طبع ہوا ہے جس کا نصف حصہ نذر تمہید کر دیا گیا ہے۔ اور بقیہ نصف بھی جس کو خادم صاحب نفس مضمون سے بخط جلی تعبیر کرتے ہیں طعن ناروا اور غیر متعلق باتوں سے پر ہے گویا دو صفحوں کے عوض قابل مضمون نگار نے آٹھ صفحے لئے۔ اور پھر بھی دل میں گھر کرنے والی بات نہ کہہ سکے۔ اس طوالت و رکاکت پر ہمیں کوئی تعجب نہ کرنا چاہیے

کیونکہ بلاوجہ طول دینا۔ قواعد زبان کو ملحوظ نہ رکھنا اور ضعف تالیف سے کام لینا
قادیانی لٹریچر کا زیور ہے۔ حتیٰ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی تحریرات بھی اس
نقص سے خالی نہیں۔ اسی وجہ سے حالی۔ اسمٰعیل۔ شبلی۔ آزاد۔ راشد الخیری۔ چراغ علی
سلیمان ندوی۔ نذیر احمد۔ سرسید۔ ابوالکلام۔ شرر۔ حکیم محمد علی۔ ظفر علی خان وغیرہم
جیسے معجز نگار ادیبوں کے بالمقابل جناب مرزا صاحب کو کوئی درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ میں
اپنے دعوے کی تائید میں صرف دو دلیلیں کافی سمجھتا ہوں۔

(۱) مثلاً ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"اب کی دفعہ کہ جو حصہ سوم کے نکلنے میں حد سے زیادہ توقف ہو گئی غالباً اس
توقف سے اکثر خریدار اور ناظرین بہت ہی حیران ہوئے ہوں گے۔ مگر واضح
رہے۔ کہ یہ توقف ہماری طرف سے ظہور میں نہیں آئی۔ بلکہ اتفاق یہ ہوا الخ۔"

(ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت حصہ اول صفحہ ۲۹ اشتہار نمبر ۳۰)

عبارت بالا کی عام ناموزونیت سے قطع نظر کر کے "کہ جو" اور "توقف ہو گئی" کی لطافت
ملاحظہ فرمایئے۔ اور قادیانی فصاحت کا مزید نمونہ دیکھنا مدنظر ہو۔ تو اسی اشتہار نمبر ۳۰ کی
عبارت ذیل بھی پڑھ لیجئے۔

"...... شاید ہم بعض دوستوں کی نظر میں اس وجہ سے قابل اعتراض
ٹھیریں۔ کہ ایسے مطبع میں جس میں ہر دفعہ لمبی لمبی توقف پڑتی ہے کیوں کتاب کا
چھپوانا تجویز کیا گیا۔ سو اس اعتراض کا جواب ابھی عرض کیا گیا۔ کہ مہتمم مطبع
کی طرف سے لاچاری توقف ہے نہ اختیاری ...... خدا نے ان کی
فطرت میں یہ ڈالا ہوا ہے۔ کہ اپنے کام منصبی میں اخلاص اور دیانت کا
کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے۔"

یوں تو تمام عبارت ہی معیار ادب سے گری ہوئی ہے۔ لیکن جن الفاظ پر ہم نے

خط کھینچ دیا ہے۔ ان کو دیکھ کر قادیانی لٹریچر کی ناموزونیت طوالت۔ رکاکت میں کسی ادیب کو تامل نہیں ہو سکتا۔

(۲) اب میرے دعوے کی دوسری دلیل ملاحظہ ہو:۔

"...... ہم اس دروغ کے ظاہر کرنے کے لئے لکھتے ہیں۔ کہ آج کل ہمارے گھر کے لوگ بمقام چھاؤنی انبالہ صدر بازار اپنے والدین کے پاس یعنی اپنے والد میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس دفتر نہر کے پاس بود و باش رکھتے ہیں۔"

(منقول از تبلیغ رسالت حصہ اول صفحہ ۱۴۲ اشتہار ۳۱)

میرے قادیانی دوست بتلائیں۔ کہ "اپنے والدین کے پاس یعنی" کا یہاں کون محل تھا۔ اور "بود و باش رکھتے ہیں" کی جگہ کیا "مقیم ہیں" کافی نہ تھا جو باعتبار فصاحت مناسب اور بلحاظ واقعیت صحیح ہوتا۔ مگر الہامی لٹریچر میں ان خوبیوں کی تلاش فضول ہے اشتہار ۳۱ ادب اردو کا ناقص ترین نمونہ قرار دیا جائیگا۔ کیونکہ ایک جگہ تحریر ہوا ہے کہ:۔

"مردہ زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے۔ کہ جناب الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگایا جائے۔"

دوسرے مقام پر لکھا گیا ہے۔ کہ:۔

"اس جگہ بھی دعا سے ایک روح منگائی گئی ہے"

گویا تذکیر و تانیث کا خیال نہ رکھنا بھی ملہم ربانی۔ آدم ثانی مسیح موعود قادیانی کا شاندار معجزہ ہے!! اور دعا کے بعد اولاد پیدا ہونا بھی معجزہ عیسیٰ بن مریم سے بڑھ کر اور احیای اموات سے بالاتر ہے!!!

اسی اشتہار میں "لاکھوں کوسوں کا فرق" درج پا کر ماہرین اردو نوحہ خوانی کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھتے۔

غرض جب "سلطان القلم" مرزا غلام احمد صاحب کے الہامی لٹریچر کا یہ انداز ہے تو خادم السلطان (خادم صاحب) کی طول نگاری تو ہر طرح قابل اغماض ہے۔ تمہیدی وہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے کتب شیعہ کا کبھی غلط حوالہ نہیں دیا۔ بالفرض یہ ارشاد صحیح ہوگا۔ مگر غلط نتائج نکال لینے اور دیدۂ بینا رکھتے ہوئے نہ سمجھنے کا جب [illegible] قرآن نے ثابت کر دیا جائیگا کیا علاج ہے؟

لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور [illegible]

آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل سینوں میں اندھے ہو جاتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں فاضل مضمون نگار فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے اس زمانہ میں شیعہ عوام نہیں بلکہ خواص بھی "عقیدہ تشیع سے تائب و برگشتہ ہو کر مذہب اہل سنت یا احمدیت میں داخل ہوتے دیکھے ہیں اور اسی پر بس نہیں۔ بلکہ اغلب ہے کہ بعض شیعہ اس سے آگے دوسرے مذاہب میں بھی چلے گئے ہوں۔"

مجھے اس ارشاد کے حصۂ اوّل کے ماننے میں تامّل نہیں کیونکہ باہمی تبادلۂ مذہب کا سلسلہ خواہ طمع دنیاوی سے ہو۔ خواہ تحقیق و تسلّی یا کسی اور وجہ سے ہو جاری ہی رہتا ہے "سنّی" شیعیت اختیار کرتے ہیں۔ شیعہ "سنّی" ہوتے ہیں۔ حنفی اہل حدیث بن جاتے ہیں "غیر مقلد" دائرہ تقلید میں آتے ہیں۔ مگر احمدیوں کے نزدیک جب شیعہ و "سنّی" "مقلد" و "غیر مقلد" سب کافر ہیں۔ اور نماز میں کسی کی اقتدا جائز نہیں۔ تو خادم صاحب کو اس سے کہ کوئی شیعہ سنی ہو گیا کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

ان کو بتلانا چاہئے تھا۔ کہ کس قدر شیعہ ان کے الفاظ میں "تشیع کے پرانے جوئے کو اتار کر" احمدیت اختیار کر چکے ہیں۔ اگر چھ لاکھ احمدیوں میں شیعہ سو بھی نہیں۔ تو کہا جائیگا کہ جہانتک شیعیت کا تعلق ہے احمدیت سراسر ناکام و خاسر رہی۔ گویا ہمارے دوستوں کے انداز تحریر کے مطابق ہوا ارتداد ابھی ہندوستانی شیعوں تک

نہیں پہنچی۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً۔ رہا مضمون نگار صاحب کے ارشاد کا دوسرا حصہ کہ "شیعہ غیر مسلم مذاہب میں بھی چلے گئے ہونگے" قابل تسلیم نہیں پادری رجب علی پادری عماد الدین۔ ڈاکٹر احمد شاہ۔ پروفیسر اسمٰعیل ایم اے۔ غلام قادر مسیحی مالک یونیورسل پریس لاہور وغیرہم جیسے مقتدر اصحاب کے مقابل جو سنیت کو چھوڑ کر عیسائی ہوئے ہیں۔ خادم صاحب کسی مشہور شیعہ کا نام پیش کرنا چاہیے تھا جس نے "شیعیت کا برا اجوا" اتار کر تثلیث کو لبیک کہا ہو۔ لیکن میں عرض کرونگا کہ سنیت و شیعیت کا مقابلہ اگر ان دو مقتدر جماعتوں میں اختلاف قائم رکھنے کیلئے نہیں کیا جاتا۔ تو اسکو بالکل چھوڑ دینا چاہیے۔ اور احمدیوں کو صرف احمدیت کی رفتار پر نظر رکھنا چاہیے۔

مثلاً ایران کی آبادی ایک کروڑ بھی نہیں۔ اور اس پر وہاں بابیوں کی تعداد چار لاکھ تک حسب تحقیقات خادم صاحب باوصف حکام و علما کی مخالفت کے پہنچ گئی ہے تو ہندوستان کی ۳۲ کروڑ کی آبادی اور اگر صرف مسلمانوں کی تعداد ہی کا خیال کیا جائے۔ تو سات کروڑ آبادی میں کوئی روک ٹوک نہ ہونے اور بابی لٹریچر سے کافی مدد ملنے کے بعد بھی احمدیوں کا چھ لاکھ سے زاید نہ ہونا قادیانی مشن کی ناکامی کا دوسرا ثبوت ہے۔ چھ لاکھ کا بھی دعوے ہی ہے۔ کیونکہ پیغامی پارٹی کا قادیانی جماعت سے اصولی طور پر جدا ہو جانا ایسی دور رس اور سخت ضرب ہے۔ جو احمدیت کو بیخ و بن سے ہلا کر رہے گی۔ اور نصف صدی گزرنے سے پیشتر ہی مسیح قادیانی کی جماعت کا وہ حشر ہوگا۔ جو دیگر مدعیاں مہدویت کے اعوان و انصار کا ہوا ہے۔ ہاں لائق جانشین ہوتے رہے۔ تو ایسی گدی جو خلیفۂ وقت کی ضروریات کو پوری کرتی رہی ضرور قایم رہیگی

خادم صاحب اپنی تحریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"اسی طرح ہزاروں سنی جو اب تک ہندوستان میں طوعاً کرہاً شیعہ ہوگئے۔ بادشاہان وقت کی جبر و تشدد وغیرہ ذرایع سے شیعہ بنائے گئے۔ اور شیعہ اُن کی نسبت

فخریہ کہتے ہیں۔ کہ آخر مذہب حق کو انھوں نے قبول کرلیا۔ اہل سنت بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ جو سنی شیعہ ہو گئے۔ وہ پہلے سے سنی ہی نہ تھے"

آریہ بھی یہ کہتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ خادم صاحب بھی فرماتے ہیں۔ کہ ایران وہند میں اشاعت شیعیت کے لئے جبر کیا گیا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ طاقتوروں نے ہمیشہ طاقت کا استعمال کیا ہے۔ اس صورت میں شیعہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان کو اظہار طاقت کا موقع ہی نہیں ملا۔ مگر میں عرض کرتا ہوں کہ مسئلہ مذکور کا فیصلہ تو شیعہ وسنی پر چھوڑ دیجئے۔ آپ ان واقعات پر غور کیجئے۔ جہاں جبر واکراہ کا دخل نہیں۔ بلکہ تبادلہ عقیدہ بعد تحقیق ہوا ہے۔ اس کیلئے میر عباس علی صاحب اور ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب مؤلف "الذکر الحکیم" کی مثالیں کافی ہونگی۔ اول الذکر کوئی لدھیانوی بزرگ ہیں جنکی نسبت بوجہ ان کے خلوص وعقیدت کے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو الہام ہوا تھا۔ کہ اصلھا ثابت وفرعھا فی السّمآء۔ اور جن کا ذکر خیر مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۹۰، پر کرنے کے علاوہ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"اور اسمیں کچھ شک نہیں۔ کہ میر صاحب موصوف عرصہ دس سال تک بڑے اخلاص اور محبت اور ثابت قدمی سے اس عاجز کے مخلصوں میں شامل رہے اور خلوص کے جوش کی وجہ سے بیعت کرنے کے وقت نہ صرف انھوں نے آپ بیعت کی۔ بلکہ اپنے دوسرے عزیزوں اور رفیقوں اور دوستوں اور متعلقوں کو بھی اس سلسلہ میں داخل کیا۔ اور اس دس سال کے عرصہ میں جس قدر انھوں نے اخلاص اور ارادت سے بھرے ہوئے خط بھیجے۔ ان کا اس وقت میں اندازہ بیان نہیں کرسکتا۔ لیکن دو سو کے قریب اب بھی ایسے خطوط ان کے موجود ہوں گے جن میں انھوں نے انتہائی عجز وانکسار سے اپنے اخلاص وارادت کا بیان کیا ہے" (تبلیغ رسالت حصہ دوم اشتہار ۳۷)

ظاہر ہے۔ کہ ایسا مخلص ایسا معتقد احمدیت سے تائب و برگشتہ نہیں ہو سکتا مگر خدا جانے میر صاحب نے کیا دیکھا۔ کہ وہ احمدیت کا "پرانا جوا اتارنے" ہی پر مطمئن نہیں ہوئے۔ بلکہ ۱۲ دسمبر ۱۸۹۱ء کو ایک مخالفانہ اشتہار بھی شایع کیا۔ جو بقول مرزا صاحب ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا ہے " پھر ماہ مئی میں ایسا سلسلہ خط و کتابت چھیڑا۔ کہ مرزا صاحب کو جواب جواب الجواب میں یہ لکھنا پڑا۔ کہ " آئندہ ہماری طرف ایسی پر تعصب تحریریں ہرگز ارسال نہ کریں " (تبلیغ رسالت حصہ دوم۔ اشتہار ۸۱)

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب وہ مشہور احمدی ہیں۔ جو کافی تحقیقات کے بعد احمدیت کی بھول بھلیاں ملے نکلے۔ اور مرزا صاحب کے خلاف مسلسل پیشین گوئی اور تالیفات کا سلسلہ جاری کیا۔ اور جو بقول خود دجالی فتنہ کے پاش پاش کر دینے پر مامور ہوئے تھے گو مرزا صاحب نے ان کو فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار سے ڈرایا۔ اور ان کی ہلاکت کا الہام شائع فرمایا۔ مگر یہ پیشینگوئی پوری نہ ہوئی۔ بلکہ ڈاکٹر صاحب کی معین کردہ مدت کے اندر ہی مرزا صاحب کا انتقال ہو گیا۔ فریقین کے دعووں کی جانچ کرنے والے اس معاملہ میں احمدیت کی شکست کا ایل سمجھ رہے ہیں۔ اور معتقد اعتقاد ما بس است کے مطابق تاویل دور از کار کی سپر سے کام لیتے ہیں " ہاں ڈاکٹر عبدالحکیم بھی احمدی تھا " یہ عنوان قایم کر کے کوئی شخص خادم صاحب سے احمدیت کی جانچ کرانا چاہے۔ تو غالباً وہ اس معیار کے قبول کرنے پر آمادہ نہ ہونگے پھر شمر ملعون کسی زمانے میں شیعہ رہا ہو۔ تو اس سے شیعیت کا کیا نقصان ہے۔ اور انتقال سرور کائنات کے بعد چند بد بختوں کے مرتد ہو جانیکے سبب اسلام کو کیا الزام دیا جا سکتا ہے۔

المختصر بہت کچھ داد اجتہاد دے کر جس پر تبصرہ کی ضرورت نہیں (خادم صاحب یوں تحریر کرتے ہیں۔ کہ:-

" اب میں خاص نفس مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں جس میں مجھکو ثابت کرنا ہے

کہ ہاں شمر ملعون بھی شیعہ تھا۔ اور جسکو بغور ملاحظہ کرنیکے بعد انکی پوری تشفی ہو جاویگی۔ کہ قاتلان حسین علیہ السلام در اصل واقعی شیعہ تھے۔ اور شمر ملعون بھی شیعہ تھا۔ اور شیعہ بھی کس کا؟ شیعہ عثمان؟ نہیں نہیں بلکہ شیعہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام تھا"

دعوئے مندرجہ بالا کے ثبوت میں قریباً ۳½ صفحہ پر کرکے خادم صاحب نے آخر پر یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ:۔

"شیعہ دوستو! اب تو شمر کا بھی شیعہ ہونا میں نے آپ پر آپ کی کتب معتبرہ ہی سے ثابت کر دیا ہے۔ میرے اس دعوے کی صداقت کو اب بھی مانو گے یا نہ؟

کہ قاتلان امام حسین علیہ السلام شیعہ تھے؟ ہاں اسقدر میں ماننے کو تیار ہوں کہ بعد قتل امام عالی مقام وہ بدبخت شقی القلب ہرگز شیعہ نہیں رہے۔ بشرطیکہ اسقدر آپ بھی اقرار کرلیں۔ کہ واقعہ کربلا سے پہلے وہ بیشک شیعہ اثنا عشری نہ سہی شیعہ علی علیہ السلام ضرور تھے۔ والسلام"

شمر کے شیعہ ہونے کا پہلا ثبوت خادم صاحب نے یہ پیش کیا ہے۔ کہ وہ حضرت ام البنین والدہ حضرت عباس علمدار علیہ السلام کا بھائی تھا۔ اور علمدار نامدار کے لئے وہ کربلا میں خط امان لایا تھا۔ اگر محض رشتہ داری ہی۔ اتحاد مذہب کی دلیل ہو سکتی ہے۔ تو ابولہب مردود جو حضور سرور کائنات کا حقیقی چچا اور تبت یدا ابی لهب وتب الخ کا مشار الیہ ہے۔ فاضل مضمون نگار کے نزدیک مومن کامل اور السابقون السابقون میں داخل ہونا چاہیے۔ یا خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کو فرزند ہونے کے باعث مرزا غلام احمد صاحب کا خلیفہ سمجھنا چاہیئے جبکہ وہ بفضلہ تعالیٰ مرزائی دعاوی کے منکر اور راسخ العقیدہ مسلمان ہیں۔ شمر ملعون کی دستاویز امان کی کیفیت تو خادم صاحب نے ٹھیک لکھی۔ مگر افسوس کہ وہ صحیح نتیجہ نکالنے سے قاصر رہے۔ ومن

خادم صاحب جوش مناظرہ میں ایسی صاف تحریر کا مطلب نہ سمجھ سکیں تو اسکا کوئی علاج نہیں ہے

چشم باز و گوش باز و ایں ذکا * خیرہ ام در چشم بندی خدا

اُن کی نظر سے غالباً بریر ہمدانی کا واقعہ نہیں گزرا۔ کہ با وصف ناصر و شیدائے حسین علیہ السلام ہونے کے ان کو محض سابقہ دوستی کے باعث افسر محافظین فرات نے خود پیاس بجھانے کی اجازت دیدی تھی۔ مگر خیام امام علی مقام تک پانی لے جانے کا روادار نہ تھا۔ جب صرف ذاتی دوستی کا خیال عرب میں کیا جاتا تھا۔ تو ہم قبیلہ ہونے کا لحاظ تو اور بھی زیادہ ہونا چاہیے تھا۔

جناب اُم البنین کلابیہ بنت حزام بن خالد چونکہ شمر بن ذی الجوشن کی ہم قبیلہ تھیں اس لئے اس ناہنجار و بدکردار نے عباس علمدار اور اُن کے برادران حقیقی کے لئے خط امان حاصل کیا۔ اس فعل میں مذہبی عقیدت یا شیعیت کا فی الجملہ بھی لگاؤ ہوتا۔ تو سب سے زیادہ مستحق امان حضرت سید الشہدا مظلوم کربلا تھے۔ علماء اہل سنت کی تحقیقات بتلا رہی ہے۔ کہ حضرت علی مرتضےٰ نے پانچ مختلف قبائل میں عقد فرمایا۔ اور سیدہ طاہرہ و صدیقہ فاطمہ زہرا بتول عذرا علیہا السلام سمیت حضور کی سات ازواج ہیں۔ خادم صاحب بتلائیں۔ کہ دوسری ازواج کی اولاد کے لئے شمر نے کیا کیا۔ تاکہ اس ملعون کی شیعیت کا اندازہ لگایا جا سکے۔

اس ننگ عالم کے شیعہ ہونے کی دوسری دلیل خادم صاحب یہ دیتے ہیں۔ کہ وہ جنگ صفین میں امیر معاویہ سے لڑا لیکن یہ بات بھول جاتے ہیں۔ کہ قاتلان حضرت عثمان خوف قصاص سے شریک لشکر علی ہو گئے تھے۔ انہی مفسدوں نے تاریکی شب میں دو حصّہ ہو کر اچانک لشکر عائشہ صدیقہ اور لشکر امیر المومنین پر حملہ کر دیا۔ جس کو دونوں فوجوں نے اپنے فریق مخالف کا فعل سمجھا۔ اور اس طرح دونو لشکر ایک دوسرے سے لڑنے لگے

خادم صاحب جوش مناظرہ میں ایسی صاف تحریر کا مطلب نہ سمجھ سکیں تو اسکا کوئی علاج نہیں ہے

چشم باز و گوش باز و ایں ذکا ✦ خیرہ ام در چشم بندی خدا

اُن کی نظر سے غالباً بریر ہمدانی کا واقعہ نہیں گزرا۔ کہ باوصف ناصر و شیدائے حسین علیہ السلام ہونے کے ان کو محض سابقہ دوستی کے باعث افسر محافظین فرات نے خود پیاس بجھانے کی اجازت دیدی تھی۔ مگر خیام امام علی مقام تک پانی لے جانے کا روادار نہ تھا۔ جب صرف ذاتی دوستی کا خیال عرب میں کیا جاتا تھا۔ تو ہم قبیلہ ہونے کا لحاظ تو اور بھی زیادہ ہونا چاہیے تھا۔

جناب اُم البنین کلابیہ بنت حزام بن خالد چونکہ شمر بن ذی الجوشن کی ہم قبیلہ تھیں اس لیے اس ناہنجار و بدکردار نے عباس علمدار اور اُن کے برادران حقیقی کے لیے خط امان حاصل کیا۔ اس فعل میں مذہبی عقیدت یا شیعیت کا فی الجملہ بھی لگاؤ ہوتا۔ تو سب سے زیادہ مستحق امان حضرت سید الشہداؑ مظلوم کربلا تھے۔ علماء اہل سنت کی تحقیقات بتلا رہی ہے۔ کہ حضرت علی مرتضےٰؑ نے پانچ مختلف قبائل میں عقد فرمایا۔ اور سیدہ طاہرہ و صدیقہ فاطمہ زہرا بتول عذرا علیہا السلام سمیت حضورؐ کی سات ازواج ہیں۔ خادم صاحب بتلائیں۔ کہ دوسری ازواج کی اولاد کے لیے شمر نے کیا کیا۔ تاکہ اس ملعون کی شیعیت کا اندازہ لگایا سکے۔

اس ننگ عالم کے شیعہ ہونے کی دوسری دلیل خادم صاحب یہ دیتے ہیں۔ کہ وہ جنگ صفین میں امیر معاویہ سے لڑا۔ لیکن یہ بات بھول جاتے ہیں۔ کہ قاتلان حضرت عثمانؓ خوف قصاص سے شریک لشکر علیؑ ہو گئے تھے۔ انہی مفسدوں نے تاریکی شب میں دو حصے ہو کر اچانک لشکر عائشہ صدیقہ اور لشکر امیر المومنین پر حملہ کر دیا۔ جس کو دونوں فوجوں نے اپنے فریق مخالف کا فعل سمجھا۔ اور اس طرح دونو لشکر ایک دوسرے سے لڑنے لگے

یہ سلسلہ عناد و فساد جنگ جمل و صفین کے بعد بھی ختم نہیں ہوا۔ بلکہ شہادت علیؓ مرتضیٰ اور معرکہ کربلا اسی شجر فساد کے برگ و بار ہیں۔ ہاں قاتلان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اگر خادم صاحب کے نزدیک شیعہ ہوں کہ وہ بھی جنگ صفین میں علیؓ کی طرف ہو کر امیر معاویہ سے لڑے ہیں جیسا کہ شمر لڑا تھا۔ تو اس قسم کے شیعوں میں ضرور شمر شامل سمجھا جائیگا۔ مگر تمام حق پسندوں کی نظر میں دامن علیؓ داغ ہائے خون عثمانی سے پاک ہے اس لئے خادم صاحب کی انوکھی تحقیقات شیعہ و سنی وغیرہ کسی اسلامی جماعت میں بھی مقبول نہ ہونگی۔ شمر کا کوئی مذہب متعین کرنے سے پہلے قابل مضمون نگار کو اصحاب الرسولؐ کے حالات پر بھی غور کر لینا لازم تھا۔ ان میں وہ بزرگ بھی ہیں جن کی جان نثاری و فداکاری اور استقامت و ارادت دیکھ کر بار بار تعریف کی ہے مثلاً سورۂ توبہ رکوع ۱۲ میں ارشاد ہوا ہے:

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ترجمہ اور سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار اور جنھوں نے ان کی پیروی کی نیکو کاری میں۔ اللہ ان سے راضی، اور وہ اللہ سے راضی، اور اللہ نے تیار کر رکھے ہیں اُن کے لئے باغ کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

انہی صحابہ میں وہ لوگ ہیں جن کی پست ہمتی پر افسوس کرتے ہوئے اسی سورۂ توبہ رکوع ۶ میں یوں تنبیہ کی گئی ہے:۔

یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ترجمہ ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ کوچ کرو اللہ کی راہ میں تو تم ڈھیلے جا پڑتے ہو۔ کیا راضی ہو بیٹھے ہو دنیا کی زندگانی پر آخرت کے بدلے۔

صحابہ ہی میں وہ بدبخت ہیں جن کے نفاق وشقاق پر جا بجا اظہار نفریں کیا گیا ہے۔ مثلاً:۔

بشر المنافقین بان لہم عذاباً الیما الخ آیہ ۱۳۸ تا ۱۴۱ رکوع ۲۰ سورہ نساء۔

انہی بدقسمتوں کی بداعمالی کا خاکہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے:۔

واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا ۝ مذبذبین بین ذالک لا الیٰ ھؤلاء ولا الیٰ ھؤلاء ط ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا ۝ ترجمہ اور جب یہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو الکسائے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر کم دونوں کے بیچ ادھر میں لٹکے ہوئے ہیں نہ ان طرف نہ اُن کی طرف اور جسے اللہ بھٹکائے تو اسکے لئے کس راہ نپائے گا۔

انہی کے لئے نار جہنم میں رہنے کا وعید ہوا ہے:۔

وعد اللہ المنافقین والمنافقات والکفار نار جہنم خالدین فیھا ھی حسبھم ج ولعنھم اللہ ج ولھم عذاب مقیم ۝ ترجمہ وعدہ دیا اللہ نے منافق مرد اور منافق عورتوں کو دوزخ کی آگ کا اسی میں ہمیشہ رہیں گے اور وہی ان کو بس کرتی ہے اور اللہ نے ان کو پھٹکار دیا ہے اور ان کو عذاب دائمی ہے۔

غرض جب اُس زمانہ سعادت میں جس کی نسبت خیر القرون قرنی کہا جاتا ہی مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود تھے۔ جو نمازیں پڑھتے جہاد کرتے اور رسالت کی گواہی دیتے تھے قالوا نشھد انک لرسول اللہ۔ مگر ایسے مذبذبین کا نہ جہاد مقبول تھا۔ نہ اقرار رسالت۔ نہ اُن کی نماز کا کوئی درجہ تھا نہ صحابیت کا کوئی مرتبہ جب ایسے نجس وناپاک لوگوں کی موجودگی سے نہ صحابہ کرام پر الزام ہے نہ اسلام پر۔ تو شمر ملعون پلید اور دیگر قاتلان حسین علیہ السلام میں سے کوئی کسی زمانے میں شیعہ رہا ہو۔ تو مومنین

مخلصین اور مذہب شیعہ اس کے ذمہ دار نہیں جن شیعہ روایات کی بنا پر شمر لعین کو تمغائے شیعیت عطا کیا جاتا ہے انہی سے تو یہ بھی ثابت ہو رہا ہے۔ کہ یہ شقی ازلی جنگ نہروان میں گرفتار ہو کر علیؑ مرتضٰے کے حضور میں لایا گیا۔ اور حسینؑ مظلوم کی سفارش پر رہائی نصیب ہوئی۔

پس اگر یہ بدبخت شیعہ بھی تھا۔ تو اس کی شیعیت کا خاتمہ جنگ نہروان میں بمقابلہ جناب امیرؑ شامل ہوتے ہی ہو چکا تھا۔ اس صورت میں خادم صاحب بعد قتل امام علیہ السلام شمر کے شیعہ نہ رہنے کا اقرار ہم سے کیوں لینا چاہتے ہیں۔ جنگ نہروان کے بعد تائب ہو جانا بھی کہیں ثابت کر دیا جائے۔ تب بھی جب یہ ملعون بقصد جنگ حسین علیہ السلام شامل فوج یزید ہوا شیعہ نہیں رہا تھا۔ میری یہ گذارش تسلیم نہ ہو۔ تو خادم صاحب کو اقرار کرنا پڑیگا۔ کہ جب ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے مرزا غلام احمد صاحب کو ضال و مضل گمراہ و دجال سمجھا۔ اس وقت بھی اور جب اس خیال کو الفاظ کا جامہ پہنایا۔ اس وقت بھی وہ راسخ الخیال احمدی تھے۔ ہاں الذکر الحکیم کی طبع و اشاعت کے بعد وہ دائرہ احمدیت سے نکل گئے۔ کیا قابل مضمون نگار اپنے قرار دادہ اصول کے مطابق ایسا کرنیکے لئے آمادہ دیتا ہیں؟

مضمون زیر بحث میں شمر اس بنا پر شیعہ تجویز کیا گیا۔ کہ وہ جنگ صفین میں جناب امیر المومنینؑ کی طرف سے لڑا تھا۔ تو جو اشخاص اسد اللہ الغالبؑ علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے مقابل صف آرا ہوئے۔ اُن کو خادم صاحب کس مذہب میں شمار فرماتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے عمار یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ ان کی نسبت کیا کہتے ہیں۔

امیر معاویہ کا خلیفہ وقت سے جنگ کرنا۔ حسنؑ مجتبےٰ کو مسموم کرانا۔ اس سید مظلوم و امام معصوم کی خبر شہادت سن کر خوش ہونا۔ ناپاک رسم تبرا کی بنیاد ڈالنا یعنی مساجد میں علیؑ مرتضٰے کی سب و شتم کا دینا تاریخ سے ثابت ہے۔ جبکہ امیر موصوف بلا اختلاف داخل گروہ صحابہ ہیں۔

اسی طرح یزید پلید شمر ملعون عبداللہ ابن زیاد بدنہاد۔ عمر ابن سعد۔ ضارہ۔ مالک ابن بشیر حصین۔ نصر وغیرہم قاتلان سید الشہدا مظلوم کربلا کے تابعین و تبع تابعین میں ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تو کیا امیر شام نے جو کچھ کیا صحابی ہونے کی وجہ سے کیا۔ اور یزید و پسر سعد و ابن وہب۔ سنان۔ عمر ابن الخلیفہ وغیرہم جس جرم عظیم کے مرتکب ہوئے۔ تابعی و مسلم ہونے کی حیثیت سے ہوئے۔ یہ سچ ہے۔ کہ بقول مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی مرحوم ہمیں ایسی نالائق حرکت مسلمانوں سے ہوئی ہے۔ کہ دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ مگر کیا یہ تعلیم اسلام کا نتیجہ تھا؟ ہرگز نہیں۔ تو شمر ملعون نے بفرض محال شیعہ ہونے کی صورت میں جو افعال شنیعہ کئے۔ وہ شیعیت سے کیوں منسوب کئے جاتے ہیں۔

وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جن میں پندرہ اہل بدر تھے۔ جو حضرت علی مرتضیٰ کی جنگ صفین میں مدد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اور دوسرے مخلصین مثل حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جو اس لڑائی میں جناب امیرؑ کے یار و ناصر تھے ایسے بزرگ شیعہ کہلائے جانیکے مستحق ہو سکتے ہیں۔ یا شمر ملعون و بے حیا جیسا شخص۔ میں اس کا فیصلہ انصاف پسند ناظرین پر چھوڑتا ہوں۔

حسب تحریر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مرزا صاحب کو کافر۔ مردود۔ ملعون۔ دجال ضال بے ایمان جہنمی۔ اکثر کہتے تھے (ملاحظہ ہو نشان آسمانی صفحہ ۴۲ مصنفہ مرزا صاحب مرحوم)۔ اور اب شیر پنجاب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری تمام احمدیوں کو چیلنج دے چکے ہیں۔ کہ وہ مرزا صاحب کے مہدی یا دجال ہونے کی نسبت مباحثہ کریں۔ پس شمر کی شیعیت ثابت کرنے کے عوض مرزا صاحب کی مہدویت ثابت کرنا اور ہمارے دامرتسری مکذبین کے دعووں کا توڑنا زیادہ مفید ہے۔ تاکہ سنی و شیعہ دونوں خادم

صاحب کے ہم خیال نہیں۔ اور احمدیت کو کوئی حقیقی فائدہ پہنچے۔

منشی خادم حسین صاحب نے جو اپنے مضمون میں جابجا تیز تلخ جملے مثل "دیکھانہ بھالا۔ قربان گئی خالہ" حضرت صاحب السلام علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھے ہیں خاکسار ان کی نسبت کچھ عرض کرنا غیر ضروری جانتا ہے۔ کیونکہ بقول مرزا غلام احمد صاحب۔ "جب دل بگڑتا ہے۔ تو زبان بھی ساتھ ہی بگڑ جاتی ہے۔۔"

والسلام والاکرام۔ **خاکسار بصرتمام حیدر زیدی عفی عنہ۔**

(نوٹ) جن اصحاب کے پاس البرہان لاہور کا فایل تھا ان کے ارشاد کے مطابق حصہ دوم صفحہ ۱۸ سے جداگانہ چھاپا جاتا ہے تاکہ صرف یہی حصہ شامل البرہان ہو سکے اس تکلیف اٹھانے کے علاوہ ہم نے یہ بھی ارادہ کر لیا ہے کہ اس رسالہ کے ۱۰۰ نسخے دفتر العقد الناظم میں بھیج دیے جائیں اور وہ العقد الناظم کے آئندہ خریداران کے مفت نذر ہوں یہ کتاب مستطاب حضرت امام موسی کاظم ع کے حال میں بہترین تصنیف ہے جس سے زیادہ مکمل و مبسوط تاریخ امام ہفتم آج تک زبان اردو میں شائع نہیں ہوئی مصنف اسکے عالی جناب مولوی سید مظہر حسن صاحب قبلہ موسوی اثنا عشری سہارنپوری ہیں جن کی متعدد تصانیف مثل تہذیب المتین فی حالات امیر المومنین اور کشف الحقائق احوال جعفر صادق اور لمعۃ الضیاء الامام رضا و جلاء العینین سیرۃ علی ابن الحسین ملک میں پہلے شائع ہو چکی ہیں اور نہایت شہرت سے کسی تعریف کی محتاج نہیں العقد الناظم ۲۴ پونڈ وزنی سفید چکنے ولائتی کاغذ پر ۳۴۴ صفحہ کی ضخامت سے حال ہی میں طبع ہوئی اور خان بہادر مولوی سید محمد حسین صاحب شوق زیدی پنشنر ڈپٹی مجسٹریٹ تہر و متولی وقف منصبیہ میرٹھ سے تین روپیہ چار آنہ قیمت پر مل سکتی ہے۔

خاکسار

(احسن الشعرا) محمد علی احسن خان تسمیل کمبوہ در دائرہ مدرسہ منصبیہ شہر میرٹھ

حصّہ دوم

اس مضمون کا حصّہ اول البرہان لاہور مطبوعہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۰ھ (مطابق جنوری ۱۹۲۲ء) میں شائع ہو چکا تھا جسکو دیکھکر بھی احمدی حضرات اپنے دعاوی بلا دلیل سے دست بردار نہیں ہوئے۔ بلکہ مرزا غلام احمد صاحب کا یہ واہمہ دور از حقیقت کہ :-

کربلا ایست سیر ہر آنم　　صد حسین است در گریبانم

آواز باز گشت، یا صدائے بے ہنگام بنکر اب بھی قادیانی کمپ سے بلند ہے۔ چنانچہ قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل الفضل مطبوعہ ۲۳ مارچ ۱۹۲۲ء میں فرماتے ہیں

کربلائیں ہیں کئی کرب و بلا کی موجود　　سو حسین اپنے گریباں میں چھپا بیٹھے ہیں

حالانکہ قاضی صاحب کو بحیثیت ایک مسلمان کے معلوم ہونا چاہیے تھا کہ حسین علیہ السلام کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے کوئی شخص حضور رسالت مآب کا خادم و غلام ہو کر اُس کے مظلوم معصوم فرزند فدیہ راہ خدا شہید کربلا سے ہمسری کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا۔ اور اس پارہ جگر رسول اور نور نظر علی و بتول کا ایک ایک جان نثار لب گور سے سنا رہا ہے

ہم ہیں ہزار دل سے شیدائے نام احمد　　مٹھی میں ہیں ہمارے لاکھوں غلام احمد

مرزا صاحب کا کبھی خود کو حسینی صفت بتلاتا کبھی ہمسر حسین کہنا کبھی ادعائے فضیلت کرنا کبھی ایک مرید خاص کو سید الشہدا کا خطاب دینا مرزا صاحب کی عجیب و غریب طبیعت اور حیرت انگیز بلند پروازی کا پتہ دے رہا ہے اور یہ ایک ایسی شاعرانہ اُپج ہے جسکی مثالیں معدوم نہیں۔ مثلاً ایک سالک کہتا ہے

کون موسیٰ تھا کہاں طور کسے غش آیا ایک بھی تھی مری جان شرارت تیری

اور دوسرا مجذوب یوں نغمہ سرا ہے ؎

نیست اندر جبہ ام غیر از خدا چند جوئی در زمین و در سما

لہذا ہم ایسی وہمی و خیالی باتوں سے قطع نظر کر کے اصل مبحث پر محض بغرض اصلاح کچھ اور لکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ کوئی سعید روح صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق پائے۔ اور کوئی گم گشتۂ ظلمات نور ہدایت کی مدد سے منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

میں جناب خادم سے سوال کر چکا ہوں کہ اگر شمر کا جنگ صفین میں بجانب علی ابن ابی طالب علیہ السلام لڑنا اُسکی شیعیت کی دلیل ہے، تو جو اشخاص اسی معرکہ میں مولائے مومنین و خلیفہ برحق کے مقابل نبرد آزما ہوئے اُسکا شمار کس مذہب و ملت میں ہوگا۔ غالباً میرے احمدی دوست بلا تکلف ان کو سُنی قرار دینگے حالانکہ یہ جواب سراسر غلط خلاف واقعہ اور لغو ہے۔ کیونکہ امیر المومنین یا ان کی اولاد طیبین و طاہرین کے بالمقابل لڑنے اور ان کو سب و شتم سے یاد کرنے والے صرف خوارج و نواصب و یزیدی و مروانی ہی ہو سکتے ہیں۔

جنکے منجملہ ایک شمر بھی تھا کسی راسخ العقیدہ سُنی سے ایسے فعل شنیع کا ارتکاب ممکن ہی نہیں خادم صاحب اسکے خلاف کوئی مثال رکھتے ہوں تو پیش فرمائیں۔ قرون اولیٰ کے مسلمان خواہ انکو اب سُنی کہا جائے یا کچھ اور درحقیقت شیعہ تھے، جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ باب اول تحفہ عشریہ میں اسکا ذکر توضیح و تشریح سے کرتے ہیں، اور جسکا خلاصہ بقدر حاجت یہ ہے، کہ جب عبداللہ ابن سبا یہودی یمنی و صنعانی کے مکر و فریب سے اسلام میں تفرقہ پڑا تو مسلمانوں کے چار فریق ہو گئے۔ ایک فرقہ شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین کا کہ اہل سنت و جماعت کے پیشوا ہیں، اور وہ گروہ مہاجر و انصار رہے، جو ہمرکاب امیر المومنین باغیوں سے اکثر اس طرح لڑا جیسا کہ

کہ عہد رسالت میں منکرین سے لڑا تھا

دوسرا فرقہ تفضیلیہ جو جناب امیر کو دیگر صحابہ پر فضیلت دیتا تھا مگر اسکے لب سبّ دشتم سے ناآشنا تھے۔ اور جو (صرف شاہ صاحب کے ارشاد کے مطابق) وساوسِ ابن سبا سے خفیف طور پر متاثر ہوا تھا۔

تیسرا فرقہ شیعہ سبّیہ جو تمام صحابہ کو ظالم وغاصب جانتا تھا، اور جسکے خیالات کو علی مرتضےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے بالمقابل حضرت عائشہ صدیقہ وحضرت طلحہ وحضرت زبیر کے مناقشہ ومجادلہ کرتے، یعنی جنگ واقع ہونے سے مدد ملی، یہ فرقہ ابن سبا کے متوسطین شاگردوں کا تھا۔

چوتھا فرقہ شیعہ غلاۃ جو ابن سبا کا خاص الخاص شاگرد اور الوہیت جناب امیر کا قایل تھا۔ اور جسکی وجہ سے بہت سے مفاسد اسلام میں پھیلے۔

شاہ صاحب نے فرقہ اول کی جابجا تعریف کرتے ہوئے حاضران بعیت الرضوان سے آٹھ سو بزرگوں کو فرقہ شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین میں شامل کیا ہے جن کے منجملہ تین سو بزرگ جنگ صفین میں علی مرتضےٰ کی حمایت کرتے ہوئے فایز بشہادت ہوئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین الی یوم الدین)۔

شاہ صاحب کے ارشاد پر یہ اضافہ کرنا بیجا نہ ہوگا، کہ پندرہ اہل بدر بھی امیر المومنین کی مدد کرتے ہوئے، جنگ صفین میں شامیوں کے ہاتھوں شہید ہو کر داخل فردوس ہوئے تھے۔ یہ سب مع ان بزرگوں مثل عبد اللہ ابن عباس کے جو زندہ بچ رہے، شیعان علیؓ میں داخل ہیں۔ کوئی مروانی ویزیدی اس شریف لقب کا ہرگز مستحق نہیں ہو سکتا۔ گو شاہ صاحب شیعہ تفضیلیہ سے زیادہ خوش نہیں، کہ ان کو بھی ابن سبا مردود ملعون کے خیالات سے فی الجملہ متاثر بتلاتے ہیں۔ مگر یہ شیعہ سنّی کو ایک سلسلہ میں ملانیوالی کڑی اگر خدانخواستہ معدوم ہو جائے، تو یہ دونوں ہمقدر جماعتیں اس طرح جدا جدا

نظر آئیں جسطرح احمدی حضرات مرزا صاحب کی تعلیم و ہدایت کی بموجب عام مسلمانوں کو کافر خیال کرکے ان سے علیحدہ ہو چکے ہیں یہانتک کہ اُن غریبوں کے جنازہ کی نماز بھی نہیں پڑھتے تاہم شاہ صاحب نے خفیف اختلاف کے بعد ہی بہ ظاہر کرنے سے دریغ نہیں کیا، کہ شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین فرقہ سنّی و تفضیلیہ کا لقب تھا جب غلاۃ روافض اسمٰعیلیہ وغیرہ نے خود کو لقب شیعہ سے ملقب کیا تو سنّیوں اور تفضیلیوں نے خوفاً عن التباس الحق بالباطل اس کو چھوڑ دیا چونکہ روافض کی ابتدا زید شہید علیہ الرحمتہ کی آخری ایام زندگی میں، اور اسمٰعیلیہ کی بعد وفات امام جعفر صادق علیہ السلام ہوئی، یعنی جنگ صفین اور معرکہ کربلا کے وقت ان کا وجود بھی نہ تھا اسلیے شمر ملعون کو انھی دو جماعتوں میں شامل کرنا پڑیگا جسکی تشریح شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمتہ فرما چکے ہیں۔ اب یہ فرض تھا جناب خادم اور دیگر احمدی حضرات کا، کہ وہ شمر کو شیعہ اولیٰ خیال کرتے ہیں، تو اسکا ثبوت کسی دلیل واضح و برہان کامل سے دیں۔ مگر انھوں نے اب تک اُس مردود ازلی کو شیعہ سبیّہ یا شیعہ غالی بھی ثابت نہیں کیا۔ اور سوائے شمولیت جنگ صفین کے کوئی دوسری دلیل اسکی شیعیت کی نہیں رکھتے۔

زمانہ باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ میں منافقین بھی شریک غزوات ہوئے ہیں، تاہم وہ مومن اور مسلم نہیں بلکہ منافق ہی کئے جائیں گے۔ اور ان کے اعمال و افعال سے اسلامی تعلیم کی جانچ نہوگی، ان بدبختوں کا شامل غزوات ہونا سورہ منافقون سے بخوبی ظاہر ہے، اور تاریخ یہ بتلا رہی ہے، کہ غزوہ بنی مصطلق میں اُبیّ ابن سلول سردار منافقین کی کسی بات پر مسلمانوں سے تکرار ہوگئی، تو منافق بزعم خود مسلمانوں کو کمزور اور ذلیل سمجھکر یہ دھمکی دینے لگے، کہ مدینہ پہونچتے ہی تمکو نکال باہر کردینگے، اسی کا ذکر سورہ منافقون آیہ (۸) میں ہوا ہے:۔

یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون (کہتے ہیں اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہونچے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال کر باہر کرینگے حالانکہ عزت خدا کی اور اسکے رسول کی اور مومنوں کی ہے لیکن منافق نہیں جانتے) صرف منافقین کے افعال ہی سے نہیں بلکہ کمزور عقیدہ کے مسلمانوں کی حرکات و سکنات سے بھی اسلام کی تعلیم کا موازنہ کرنا اور "ہاں فلاں بھی مسلمان تھا" عنوان قایم کرکے اسلام پر معترض ہونا جایز نہیں تو کسی مذبذب شیعہ کے حالات کا تبصرہ کرتے ہوئے شیعیت پر حملہ کرنا۔ کیونکر درست ہوگا اور کسی ایسے شخص کو جو شیعہ ہو (مثل شمر ملعون) خواہ مخواہ شیعہ بتلانا نہ کس طرح ایک منصفانہ فعل قرار دیا جایگا۔

مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی سورہ جمعہ کے ختم پر ایک نوٹ دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ "پیغمبر صاحب کے عہد میں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا تھا کہ آپ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے اتنے میں شام کا ٹانڈا تجارت کا غلہ لیکر آیا اور اُس نے لوگوں کے خبر کرنے کے لئے نقارہ بجایا جو لوگ بیٹھے خطبہ سُن رہے تھے کچھ ٹانڈہ کی سیر دیکھنے کے لئے اور کچھ خرید فروخت کیلئے کھسک گئے، صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے اس پر یہ عتاب نازل ہوا ہے جو ان آیتوں میں مذکور ہے"

مسلمانوں کی جانچ خادم صاحب جیسے اصحاب ان کھسک جانے والے اشخاص سے اور ہم صرف ان بارہ مومنین موقنین سے کرینگے جو بدستور خدمت باسعادت رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضر رہے وقلیل من عبادی الشکور۔

مگر اس تمام بحث سے قطع نظر کرکے یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ شیعہ و سنی وغیرہ ہی میں نالایق اور ناقابل افراد پائے جاتے ہیں یا احمدیت میں بھی انکا کوئی وجود ہے۔ اسکا جواب جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کے الفاظ ہی میں سُن لینا زیادہ موزوں

ہوگا جو تذکرۃ الشہادتین باب آخر میں کہا گیا ہے۔ کتاب کے نام سے کسی مسلمان کو یہ دھوکہ نہ کھانا چاہیئے کہ اس میں فرزندان رسول کریم صلعم کے حالات شہادت جناب مرزا صاحب کے قلم بلاغت رقم سے لکھے گئے ہونگے۔ جب جناب ممدوح واقعہ کربلا کو ایک شخصی ابتلا سے زیادہ وقعت نہیں دیتے اور اہل بیت اطہار کے مصائب عظیم کو محض معمولی سمجھ رہے ہیں تو وہ پھر اپنی مہدویت و مسیحیت کے سواد فراہم کرنے کی فکر کریں یا مثل سرالشہادتین وغیرہ رسالہ لکھیں۔ پس معلوم ہونا چاہیئے کہ تذکرۃ الشہادتین مرتبہ جناب مرزا صاحب میں احمدی سید الشہدا مولوی عبداللطیف صاحب رئیس خوست اور ان کے شاگرد رشید میاں عبدالرحمن خاں صاحب کے واقعات انتقال مذکور ہیں اور مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت و مہدویت کے تذکرہ طول و طویل عبارت میں کرتے ہوئے وسط اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء تک دس لاکھ سے زائد نشان اپنے ہاتھوں سے ظاہر ہونے کا ادعا کیا ہے جسکے سلسلہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

جو لوگ مجھ سے سچا تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہزار کوس پر بھی ہیں۔ تاہم ہمیشہ مجھے لکھتے رہتے ہیں اور دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ انہیں موقع دے تاکہ وہ برکات حاصل کریں۔ مگر افسوس کہ بعض ایسے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کہ قطع نظر ملاقات کے سالہا سال گذر جاتے ہیں اور ایک کارڈ بھی اُن کی طرف سے نہیں آتا۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ ان کے دل مر گئے ہیں اور اُن کے باطن کے چہرہ پر کوئی داغ جذام ہے۔ میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدائے تعالیٰ سے ڈرتے ہیں..... اور میں امید کرتا ہوں کہ میری دعائیں خدا قبول کریگا..... لیکن وہ لوگ جنکی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جنکے دل پاخانہ سے بدتر ہیں..... میں خوش ہونگا اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع

کرلیں، کیونکہ خدا اس جماعت کو ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جسکے نمونہ سے
لوگوں کو خدا یاد آئے..... لیکن وہ مفسد لوگ جو بیعت کر ہاتھ کے نیچے
ہاتھ رکھکر اور یہ کہکر کہ ہمنے دین کو دنیا پر مقدم کیا پھر وہ اپنے گھروں میں
جاکر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جائیں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں
ہوتی ہے نہ اُن کی نظر پاک ہے نہ انکا دل پاک ہے نہ اُن کے ہاتھوں
سے کوئی نیکی ہوتی ہے۔ نہ ان کے پیر کسی کام کے لئے حرکت کرتے ہیں۔
اور وہ اُس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی ہی میں پرورش پاتا ہے اور اُسی
میں رہتا اور اُسی میں مرتا ہے...... الخ۔"

وہ تاریکی و ظلمت کے فرزند جنکی نہ نظر پاک ہے نہ دل صاف اور وہ مفسد جن کے
نہ ہاتھ کار خیر کے لئے اُٹھتے ہیں نہ پاؤں قبلہ مقصد کی طرف بڑھتے ہیں جماعت احمدی
سے جدا ہوئے یا نہیں۔ اسکا جواب تو حضرت خادم ہی دے سکتے تھے مگر قیاس
چاہتا ہے کہ یہ جدائی نہ ہوئی۔ کیونکہ مرزا صاحب جب بقول خود بروز محمد مصطفےٰ صلعم
ہیں تو اُن کے صحابہ بھی صحابہ رسول کے نمونہ پر ہونا چاہئیں یعنی کچھ مخلصین مومنین کچھ
سیاہ کار منافقین کچھ مولفۃ القلوب و مذبذبین وغیرہ وغیرہ جناب خلیفۃ المسیح
ثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سنہ ۱۹۲۱ء یا شروع سنہ ۲۲ء میں اپنے معتقدین
کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابتک ان کے ساتھ مولفۃ القلوب کا سا سلوک
ہوتا رہا آیندہ نہ ہوگا (ملاحظہ ہو الفضل)

گویا حضرت مرزا صاحب کے انتقال کے ۱۴ سال بعد بھی مولفۃ القلوب کا وجود
پایا جاتا ہے تو منافقین کی موجودگی کا انکار کس اعتبار سے ہو سکتا ہے بلکہ یہ خیال گذرتا
ہے کہ جن لوگوں کی آنکھیں زنا کرتی ہیں، اور جنکے دل سنڈاس سے بدتر ہیں اُنہی میں
شمر و ابن زیاد و مسلم بن عقبہ۔ حجاج ابن یوسف وغیرہم جیسے بدقسمت بھی ہوں گے

مولانا روم علیہ الرحمۃ اپنی مشہور مثنوی میں پہلے پیشین گوئی کے رنگ میں فرما گئے ہیں

یک حسینے نیست تا گردد شہید ورنہ بسیار ند در عالم یزید

یعنی یزید تو پہلے بھی پیدا ہوتے رہتے تھے مگر بروز محمد صلعم یعنی مرزا صاحب کے عہد میں جو یزید اور انکے اتباع ہوں وہ امتی بروزی نبی کے متبعین و مقلدین سے ہونے چاہئیں کیونکہ سابقہ یزید شمر۔ ابن زیاد۔ پسر سعد حصین۔ وغیرہ سب ہی امت محمدی سے تھے عیسائی و موسوی نہ تھے تو اب تمام مسلمان مرزا صاحب کی نبوت کا انکار کرکے (خدانخواستہ) یہودی بنگئے ہیں تو احمدیوں یعنی جدید مسلمانوں ہی میں یزیدی و مروانی بھی یقیناً ہونگے جو تیغ و سنان کے عوض قلم و زبان سے خون اولاد رسول بہلاتے اور امت مرحومہ کا دل دکھاتے میں ذرہ بھی تامل نہیں کرتے وہ اصل شمشیر و خنجر سے کام نہیں لیتے تو اسکی وجہ صاف ہے کہ شہزادہ امن (مرزا غلام احمد صاحب) خونی مہدی نہ تھے وہاں بھی قلم ہی سے جہاد کیا گیا ہے۔

ہم نے جو خیال ظاہر کیا یہ ہمارا ہی خیال نہیں بلکہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل تشحیذ الاذہان جلد ۱۳ نمبر ۱ و ۲ مطبوعہ فروری ۱۹۱۸ء میں "ہماری جماعت کے خوارج۔" کا عنوان دیکر پانچ صفحے کا ایک طویل مضمون لکھتے ہیں جس کا خلاصہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"جب یہ لوگ خلافت ثانیہ کے قیام پر جماعت سے علاحدہ ہوئے تو سب سے پہلے مولانا سرور شاہ صاحب نے مجھ سے کہا ان لوگوں کا ایمان مسیح موعود کی صداقت پر نہیں اور محض شرم کے مارے یا علانیہ ارتداد اختیار نہیں کرتے۔ میں نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا مگر واقعات مجبور کر رہے ہیں کہ بعض کی نسبت مان لیا جائے کہ درحقیقت یہ سلسلہ احمدیہ سے نفور ہیں بلکہ بعض باتیں تو انھوں نے ایسی لکھدی ہیں جو

مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی نہیں سوجھیں سب سے اول ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی دربارہ پسر موعود کی تکذیب کی پھر ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب نے کہا کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں اسکے بعد لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا مگر پوچھ کے مرزا عبد الکریم صاحب نے تو حد ہی کردی کہ مرزا صاحب کے ایک قول (دعوئی نبوت) کو خلاف قرآن وحدیث بتلایا۔ اسی قسم کی اور بھی کئی باتیں ہیں جو ان گستاخوں نے لکھی ہیں اور تو اور سید محمد احسن صاحب امروہوی نے اس قسم کے بیسیوں حملے مسیح موعود پر کئے اور حضرت اقدس کے الہامات مثل انت منی بمنزلۃ ولدی کی تفسیر کرنے کے بجائے ان سے ناپسندی ظاہر کی"

انتہی خلاصہ گویا مرید کا یہ فرض ہے کہ وہ پیر کے ان گھڑ الہامات پر تاویلی وتحریف سے خراط کرتا رہے جس فرض کو سید صاحب نے ادا نہیں کیا غالباً دو کر الہام انت منی وانا منک ۲ انت منی بمنزلۃ اولاد ۳ انت منی بمنزلۃ عرشی ۴ انت من ماءنا وھم فشل ۵ انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون جیسے الہامات کے منجملہ ایک بھی سید محمد احسن صاحب کو پسند نہ ہوگا اور وہ ان کا ذکر عام طور پر کرتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہوں گے مگر یہاں ان پر بحث کا موقع نہیں پھر اسی مضمون میں اکمل صاحب حکیم مرہم عیسیٰ صاحب کو محروم عیسیٰ لکھکر تحریر کیا ہے کہ "مرزا صاحب کو مسیح ومہدی مانکر یہ کہنا کہ وہ خلاف قرآن وحدیث عقیدہ رکھتا تھا کتنی بڑی بھاری گستاخی اور دلیری بلکہ مجھے کہنا چاہئے کہ بے شرمی اور بے حیائی ہے کیا یہ واقعات ثابت نہیں

کرتے کہ اب ان لوگوں نے سلسلہ احمدیہ سے کھلا کھلا ارتداد شروع کر لیا ہے۔"

قاضی اکمل صاحب کے عنوان مضمون اور نفس مضمون دونوں سے جماعت احمدی میں خارجیوں اور مرتدوں کا ہونا ہی ثابت نہیں بلکہ بہت سے بے شرم و بے حیا لوگوں کا وجود بھی پایا جاتا ہے۔ مولفۃ القلوب کی گواہی خلیفۃ المسیح ثانی دے رہے ہیں مفسدین خبیثین کا پتہ خود حضرت مرزا صاحب کی کتاب تذکرۃ الشہادتین سے چلتا ہے۔

اس صورت میں اگر ہماری ناچیز آواز احمدی دوستوں تک پہونچ سکتی ہے تو ہم یہی رائے دینگے کہ جب خود ان کی جماعت کی یہ کیفیت ہے تو شیعیت کی اصلاح سے پہلے احمدیت کی خبر لیجیے اور شیر پنجاب (مولوی ثناء اللہ صاحب) کے حملوں کی روک تھام فرمائیے یہ آخری گذارش بے وجہ نہیں کیونکہ مولانائے ممدوح کی تالیفات لطیف مثل الہام مرزا۔ نکاح مرزا۔ فیصلہ آسمانی ہر سہ حصہ مرقع قادیانی عقائد مرزا۔ وغیرہ وغیرہ کو ہم صرف اہل حدیث کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ شیعہ سنی وغیرہ مختلف عقائد کے مسلمانوں کے پاس دیکھ رہے ہیں جنکو پڑھکر وہ اصحاب بھی جو پہلے مرزا صاحب کے کام پر کچھ حسن ظن رکھتے تھے ورطۂ حیرت میں پڑ گئے ہیں شیر پنجاب نے تصانیف بالا کو جو بفضلہ بار بار طبع ہو کر مسلمانوں کے لئے خضر راہ کا کام دے رہی ہیں، کافی نہیں سمجھا بلکہ وہ اخبار اہلحدیث کے ہر نمبر میں قادیانی مشن پر کچھ نہ کچھ تحریر فرماتے رہتے ہیں چنانچہ تیسری مارچ ۲۲ء کی اشاعت میں "مرزا صاحب کی خود غرضی اور مرزائیوں کی باطل پرستی"، کا عنوان دیکر جو عالمانہ مضمون لکھا ہے اس کا پورا لطف جب ہی آسکتا ہے کہ اصل مضمون پڑھا جائے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ایک حدیث میں رجال

کے عوض دجال درج پاکر تحفہ گولڑویہ کے حاشیہ پر اپنی مسیحیت کا استدلال کیا تھا غالباً جناب کا ذہن کم علمی وسہو کاتب کی طرف منتقل نہ ہوسکا اور شوق مسیحیت و مہدویت میں نہ جناب نے جمع کی ضمیر لفظ واحد کی طرف پھرنے کو غلط سمجھا حالانکہ معمولی طالب علم بھی خیال کر سکتا تھا کہ یہاں رجال (جمع رجل) برائے مہملہ ہے صرف یہی نہیں بلکہ کتب حدیث سے بے خبری کی باعث جناب مرزا صاحب نے حدیث مذکور کو نسائی میں تحریر فرمایا حالانکہ وہ ترمذی میں ہے اس لیے شیر پنجاب چند نتائج نکالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"پس اگر مرزا صاحب کو بلحاظ عربیت کے یہ حدیث غلط معلوم نہ ہوئی تو علوم عربیہ سے جاہل تھے اور اگر فن روایت سے ان کو جانچ نہ سکے تو علم حدیث سے کورے تھے اور اگر اسکی غلطی معلوم کر کے بھی اس غلط روایت کو نقل کیا نہ صرف نقل کیا بلکہ دلیل بنایا تو کاذب تھے" تین لفظ جو جلی لکھے گئے وہ ہماری طرف سے نہیں بلکہ احمدیوں کو توجہ خاص دلانے کیلئے شیر پنجاب نے اہل حدیث میں لکھوائے ہیں اسی نمبر میں شیر پنجاب مرزا صاحب کی ایک دوسری کھلی ہوئی غلطی کا حوالہ دیکر قادیانی ..... پارٹی کو چیلنج دیتے ہیں کہ درصورت اس غلطی کا فیصلہ نہ کرنے کے ہم ایک مضمون لکھیں گے جسکا عنوان ہوگا کہ مرزا صاحب نقل حدیث میں خائن تھے"

پھر ۳ مارچ کے ایک ہفتہ بعد ہی (۱۰ مارچ کو) تحریر فرماتے ہیں۔

"افترا اور بہتان لگانا ہر مذہب میں منع ہے۔ جھوٹ بولنا ہر دین میں برا ہے۔ مگر قادیانی نبی نے اپنی امت کے لئے یہ رسم سنت کے درجہ پر پہنچائی ہوئی ہے۔ آنجہانی کی عادت تھی کہ وہ مخالف کے حق میں کسی قسم کے افترا کرنے یا بلاوجہ

اس کو بدنام کرنے سے ذرا نہیں رکتے تھے ...... اس قسم کے واقعات بہ کثرت ملتے ہیں جو مرزا صاحب آنجہانی کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مخلوق پر۔

رسول پر بلکہ خدا پر بھی افترا کر دیتے۔ آج کل جو دجال والی حدیث کے متعلق ان سے بحث چل رہی ہے اس بحث میں تنگ آ کر بقول کھسانی بلی کھمبہ نوچے اڈیٹر پیغام نے اپنے پرچہ مورخہ ۱۵ فروری میں مجھے اتنی بے نقط گالیاں سنائی ہیں کہ بڑے میاں نے بھی نہیں چونکہ ان لوگوں کے دل و دماغ میں ایک غلط خیال بیٹھ رہا ہے کہ مرزا صاحب آنجہانی بہت بڑے عالم مصنف مجدد وغیرہ تھے اسلیئے جو کوئی بھی اس وقت کسی فن میں بولتا یا لکھتا ہے ان کے خیال میں یہ مرزا صاحب سے فیضیاب ہے حالانکہ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو نہ نبی نہ ولی نہ الہامی نہ محدث نہ مجدد بلکہ نہ کوئی بڑے پایہ کا عالم اصول نہ متکلم نہ مجتہد جانتے ہیں ہمارا یہ بھی دعوے ہے کہ ان کی تصنیف سے اہل علم کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا سوائے لفاظی اور دعوے پر دعوے کے ساری تصنیف میں کچھ بھی نہیں نہ وہ سابقہ علم کلام جانتے تھے نہ نئے کسی اصول کے موجد تھے البتہ بیکار طول نویس اور ملمع ساز ہیں

مرزا صاحب مرحوم کی نبوت و ولایت تجدید و اجتہاد کا انکار تو درست اور ان کی لفاظی و طول نویسی اور دعوے بلا دلیل کی شکایت بھی بجا اور ہم بذات خاص بھی مرزا صاحب کو نبی و ولی تو کجا ایک رفیع المرتبت مجتہد بھی نہیں جانتے اور ان کی مشن کو بالکل غیر ضروری بلکہ بعض حالات میں مضر سمجھ رہے ہیں اور ان کی طول نگاری کی شکایت شروع مضمون میں کر آئے ہیں تاہم کوئی سخت لفظ استعمال کرنا نہیں چاہتے۔ ہاں یہی کہہ سکتے ہیں کہ ان کے معلم نے انھیں سخت دھوکہ دیا کیونکہ مرزا صاحب صفحہ ۵۶ نزول مسیح پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب میں عربی میں یا اُردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے" آہ اس اندرونی معلم نے تحریر تحفہ گولڑویہ کے وقت حضرت مرزا صاحب کو ایک خوفناک غار کے کنارہ لا کھڑا کر دیا اور رجال و دجال کے فرق سے انکو بیخبر رکھکر مہدویت و مسیحیت کے خیالی قلعہ پر ایسی ضرب لگائی کہ مرزا صاحب کو صاحبان علم و فضل کی نگاہ میں محدث و مجدد کو کجا محقق و مجتہد بلکہ ایک وسیع النظر عالم کے درجہ سے بھی گرا دیا اور اب حضرت مرزا صاحب کی پوزیشن کا صاف کرنا احمدیوں کا خاص فرض ہے ان صاحبوں کو صاف صاف الفاظ میں بتلانا چاہئے کہ ان کے خیال میں رجال صحیح ہے یا نہیں اور اگر رجال صحیح ہے جیسا کہ وہ حقیقت میں ہے تو پھر مرزا صاحب نے کیا سوچ سمجھکر اسکو دجال قرار دیا اور اپنے دعوے کی بنیاد اسپر قائم کی اگر مرزا صاحب کو ایسی معمولی بات میں سخت ٹھوکر لگ سکتی ہے تو ان کے دوسرے الہامی ارشادات کی بابت کسطرح یقین کر لیا جائے کہ وہ اس قسم کی لغزشوں سے محفوظ ہیں منکوحہ آسمانی والے الہام کی تو ناکام رہنے کی حالت میں کوئی تاویل خواہ وہ کتنی ہی کمزور ہو ہو سکتی ہے مگر دجال والی غلطی ایسی قبیح غلطی ہے جسکی پردہ پوشی کسی تدبیر سے ممکن نہیں۔

بہر حال مرزا صاحب کے علم و فضل اور اجتہاد و تجدید سے زیادہ بحث نکرکے پھر ہم اصل مبحث کی طرف آتے ہیں کہ خادم صاحب کی نزدیک شمر ملعون شیعہ ہی ہے تو جب مرزا صاحب کی نظر میں شہادت امام حسین علیہ السلام محض ایک شخصی ابتلا ہے اور تاریخ اسلام کا کوئی اہم واقعہ نہیں تو مرزا صاحب کے مذاق کے موافق جو جرائم خاندان رسالت کی بربادی سے زاید ہوں اور ان کے مرتکب کھینچ تان کر بھی شیعہ نہ بنائے جاسکتے ہوں خادم صاحب ان کی حرکتوں کا ذمہ دار کیا خدانخواستہ اسلام کو قرار دیں گے مثلاً ابن عقبہ کو دیکھئے جب اس شقی کی عیادت

کو یزید گیا تو وہ بدقسمتی سے مرض فالج میں گرفتار تھا۔ یزید پلید نے مدینہ والوں کی شکایت کر کے اس سے کہا کہ تو اگر ضعیف و ناتواں نہ ہوتا تو مدینہ کی مہم تیرے سپرد کرتا مسلم ابن عقبہ یہ خبر سنتے ہی فرط مسرت سے کھڑا ہو گیا اور اصرار کر کے مع حصین ابن نمیر اور فوج شام کے روانہ مدینہ ہوا ۲۷ یا ۲۸ ذی الحجہ ۶۳ھ ہجری روز چہار شنبہ کو واقعہ ہائلہ کربلا سے قریباً ۳ سال بعد ریگستان حرہ پر لشکر شام و اہل مدینہ سے مقابلہ ہوا اور ایک سخت جنگ کے بعد مدینوں نے شکست پائی مسلم بن عقبہ نے تین روز متواتر لشکر شام پر اہل مدینہ کے جان و مال و ننگ و ناموس کو مباح کر دیا سترہ سو انصار و مہاجرین و علمائے تابعین تہ تیغ بیدریغ ہوئے اور عورات و اطفال کے علاوہ عوام شہر سے دس ہزار مرد مارے گئے سات سو حفاظ قرآن ۹۷ قریشی شہید کیے گئے اس قدر فسق و فجور شامیوں نے اس عرصہ میں کیا کہ واقعہ حرہ کے بعد ایک ہزار عورات مدینہ کے اولاد زنا پیدا ہوئی مسجد رسول میں گھوڑے باندھے گئے جن کے پیشاب اور لید کا قبر شریف و منبر کے درمیان انبار لگ گیا۔ وہ جگہ بموجب حدیث صحیح روضۃ من ریاض الجنۃ کیا گیا تھا اس طرح نجس و پلید کئے گئے۔ اب حصین ابن نمیر کی کارگذاری دیکھی کہ مدینہ کے تخت و تاراج اور مسلم ابن عقبہ کے مرجانے کے بعد جب لشکر شام حصین کی ماتحتی میں مکہ میں آیا اسوقت عبداللہ ابن زبیر حرم کعبہ میں متحصن ہو چکے تھے حصین نے کوہ بوقبیس پر منجنیقیں نصب کر کے خانہ کعبہ و مسجد الحرام پر پتھروں کا مینہ برسا دیا جسکے باعث دیواریں مسمار ہو گئیں آتشباری سے پردہ ہائے کعبہ اور اسکی چھت جل گئی دُنبہ فدیہ حضرت اسمٰعیل کے سنگ کہ وہ بطور یادگار خانہ کعبہ میں چلے آتے تھے چھت کے ساتھ ہی خاکستر ہو گئے۔

اسی طرح مسجد بصرہ میں سنگ دل حجاج کے حکم سے ستر اسی ہزار کے درمیان

بے گناہ مسلمان مارے گئے۔ یہ بدقسمت اسقدر شقی القلب و سفاک واقع ہوا تھا کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ عبدالملک کی نسبت فرماتے ہیں کہ اس خلیفہ کے عیوب سے ایک ہی کافی ہے کہ ابن حجاج جیسے ظالم کو مسلمانوں کی گردن پہ سوار کیا۔ صرف حجاج کے نجس ہاتھ ہی مسلمانوں کے خون سے نہیں رنگے گئے بلکہ جور و فساد اسقدر عام ہو گیا تھا کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز زیادہ صبر نہ فرما سکے اور کہا کہ حجاج عراق میں ولید شام میں کرہ مصر میں عثمان مدینہ میں خالد مکہ میں حکومت فرما ہے الٰہی دنیا ظلم و ستم سے پر ہو گئی اپنی مخلوق کو ان لوگوں سے نجات دے۔ راوی کا بیان ہے کہ بہت دن نہ گذر سے تھے کہ حجاج و کرہ ایک مہینے کے اندر ہلاک ہوئے پھر ولید نے ان کا ساتھ دیا عثمان و خالد معزول کیے گئے اور اس طرح عمر ابن عبدالعزیز کی دعا درجہ اجابت پر پہونچی۔ ہمارے زمانہ کے کسی خود ساختہ نبی کی دعا اس سے نصف بھی کامیاب ہو جاتی تو خدا جانے اسکے مرید اس واقعہ کو کس کس رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرتے ہمارے احمدی دوست قرآن و حدیث کی تاویل سے فارغ ہو کر تاریخ اسلام کی کانٹ چھانٹ میں مصروف کار ہیں معلوم نہیں مسلم ابن عقبہ حصین ابن نمیر حجاج ابن یوسف عبداللہ ابن زیاد دستان ابن انس حرملا ابن کاہل اسدی جیسے ناپاک و سفاک لوگوں کے مذہب و ملت کی بابت آئندہ کیا فیصلہ ہو گا مگر ابھی تک تو ہر انصاف پسند کے نزدیک ان ناپاک ہستیوں میں کوئی ایسا نہیں جسکو شیعہ کہا جائے یہ سب شقاوت و شیطنت میں شمر سے کم نہیں مگر جب ان کی وجہ سے اسلام و تعلیم اسلام پر کوئی الزام نہیں آسکتا تو چند غدار کوفیوں کے ادعائے شیعیت سے حقیقی شیعوں پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔

ہمارے مہربان تونکی یہ نغمہ سرائی کہ ع وہ کیسے شیعہ تھے اماموں کے زمانہ والے کسی قدر تفصیلی جواب چاہتی ہے جسکے لئے جملہ انبیاء ماسلف کی نہیں بلکہ چند ابنائے

بے گناہ مسلمان مارے گئے۔ یہ بدقسمت اسقدر شقی القلب و سفاک واقع ہوا تھا کہ علامہ
سیوطی علیہ الرحمۃ عبدالملک کی نسبت فرماتے ہیں کہ اس خلیفہ کے عیوب سے ایک ہی
کافی ہے کہ ابن حجاج جیسے ظالم کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کیا۔ صرف حجاج کے
نجس ہاتھ ہی مسلمانوں کے خون سے نہیں رنگے گئے بلکہ جور و فساد اسقدر عام ہو گیا
تھا کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ زیادہ صبر نہ فرما سکے اور کہا کہ حجاج عراق میں ولید شام
میں قرہ مصر میں عثمان مدینہ میں خالد مکہ میں حکومت فرما ہے الٰہی دنیا ظلم و ستم سے
پر ہو گئی اپنی مخلوق کو ان لوگوں سے نجات دے۔ راوی کا بیان ہے کہ بہت
دن نہ گذرے تھے کہ حجاج و قرہ ایک مہینے کے اندر ہلاک ہوئے پھر ولید نے ان کا ساتھ
دیا عثمان و خالد معزول کئے گئے اور اس طرح عمر ابن عبدالعزیزؒ کی دعا درجہ اجابت
پر پہونچی۔ ہمارے زمانہ کے کسی خود ساختہ نبی کی دعا اس سے نصف بھی کامیاب ہو جاتی
تو خدا جانے اسکے مرید اس واقعہ کو کس کس رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرتے ہمارے
احمدی دوست قرآن و حدیث کی تاویل سے فارغ ہو کر تاریخ اسلام کی کانٹ چھانٹ
میں مصروف کار ہیں معلوم نہیں مسلم ابن عقبہ حصین ابن نمیر حجاج ابن یوسف عبداللہ
ابن زیاد سنان ابن انس حرملہ ابن کاہل اسدی جیسے ناپاک و سفاک لوگوں
کے مذہب و ملت کی بابت آئندہ کیا فیصلہ ہوگا مگر ابھی تک تو ہر انصاف پسند کے
نزدیک ان ناپاک ہستیوں میں کوئی ایسا نہیں جسکو شیعہ کہا جائے یہ سب شقاوت
و شیطنت میں شمر سے کم نہیں مگر جب ان کی وجہ سے اسلام و تعلیم اسلام پر کوئی
الزام نہیں آسکتا تو چند غدار کوفیوں کے ادعائے شیعیت سے حقیقی شیعوں پر کیوں
اعتراض کیا جاتا ہے۔

ہمارے مہربان تونکی یہ نغمہ سرائی کہ ع وہ کیسے شیعہ تھے اماموں کے زمانہ والے
کسی قدر تفصیلی جواب چاہتی ہے جسکے لئے جملہ انبیاء ماسلف کی نہیں بلکہ چند ابنائے

الوالعزم کی امتوں کا حال پڑھلینا چاہئے۔ نوح علیہ السلام نے نوسو پچاس برس کی عمر پائی اور طوفان عظیم کے بعد ساٹھ برس تک زندہ رہے یعنی قریباً ساڑھے آٹھ سو برس کی تلقین کا نتیجہ قرآنی الفاظ میں یہ تھا وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ پ ۱۲ ع ۴ یہ تعداد بقول بعض مورخین صرف ۸ یعنی خود حضرت نوح اور ایک زوجہ مسلمہ اور تین فرزند سام حام یافث اور اُن کی تین بیبیاں اور بقول بعض مع ۷۲ دیگر مومنین کے کل ۸۰ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ۸۰ برس کی عمر میں مصر سے بنی اسرائیل کو لیکر نکلے ہیں ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم الٰہی ملتا ہے اور مژدہ فتح بھی ساتھ کے ساتھ سنا دیا جاتا ہے مگر سرکش امت باوصف معجزات صریح دیکھ لینے کے یہ جواب دیتی ہے فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ پ ۶ ع ۸ (ہاں تم اور تمھارا خدا جاؤ بس دونوں لڑو ہم تو بس بیٹھے ہیں) افسوس کیسی بداعتقادی کیسی سرکشی کیسی بزدلی و نامردی ہے۔ قوم ہود و لوط۔ صالح و شعیب وغیرہم پر نافرمانی کی بدولت جو عذاب آئے ان کے لکھنے کی ضرورت نہیں صرف تاریخ اسلام کا ایک واقعہ درج کر دینا کافی ہے بعثت نبوی کو طویل زمانہ گذر چکا ہے فتح مکہ نے اسلامی طاقت کو درجہ کمال پر پہنچا دیا ہے مگر جب دس ہزار مہاجر و انصار اور دو ہزار مکی نومسلموں کا مقابلہ حنین پہونچکر قوم ہوازن و ثقیف کے چار ہزار افراد سے ہوتا ہے تو ایسی شکست ملتی ہے کہ سرور کائنات کے ساتھ صرف چار جانباز باقی رہ جاتے ہیں۔ ایک حضرت عباس دوسرے ابو سفیان ابن حارث ابن عبد المطلب تیسرے علی مرتضیٰ چوتھے ابن مسعود حضور سرور کائنات ایسے حوصلہ شکن وقت میں بھی

عباس بلند آواز سے مہاجر و انصار کو آواز دیتے ہیں تب کہیں جا کر بگڑی ہوئی لڑائی رنگ بدلتی ہے اصحاب رسول رضی اللہ تعالیٰ کی جان نثاری کا انکار کوئی متعصب ہی کر سکتا ہے مگر بعض موقعوں پر بڑے بڑے جانباز بھی دل چھوڑ بیٹھتے ہیں جیسا کہ حنین میں ہوا۔ ان واقعات کے مقابلہ میں میدان کربلا پر نظر ڈالو تو شیعان علی کی استقامت کا حال معلوم ہو سکتا ہے تین یوم سے امام مظلوم پر دانہ پانی بند ہے ہر شخص کو معلوم ہے کہ غنیمت یا کسی دنیاوی فائدہ کے عوض موت یقینی ہے حضور ایک ایک شخص سے فرماتے ہیں کہ تم جہاں چاہو چلے جاؤ میں نے تمکو اپنی بیعت سے آزاد کیا مگر کوئی رفیق جانیکا نام نہیں لیتا بلکہ ایک دوسرے پر جنگ میں سبقت کرنا چاہتا ہے ان تمام حالات کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ حسینی جانبازوں جیسے مومنین کامل اور عاشقان صادق دنیا کے پردہ پر پیدا نہیں ہوئے۔ اور حضرت خادم جیسے مستفسرین کو بتلایا جا سکتا ہے ع کہ ایسے شیعہ تھے اماموں کے زمانہ والے۔ اب ہمیں انیسویں صدی کے مسیح و مہدی یعنی مرزا غلام احمد صاحب کی تیئس ۲۳ سالہ نبوت ان کے خلیفہ اول دوئم کی سولہ سالہ ہدایت کا اثر دیکھنا ہے کہ باوجود سات لاکھ تک مرید ہو جانے کے چالیس آدمی بھی ایسے نہیں جنکو مومن کامل کہا جائے ہم یہ خود نہیں کہتے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا ارشاد الفضل مورخہ ۲۳ مارچ ۲۲ء میں حسب ذیل ہے۔

"حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ اگر چالیس آدمی ملجائیں تو دنیا فتح ہو سکتی ہے مگر اسکے ساتھ ہی آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جماعت کی تعداد ۴ لاکھ تک پہنچ چکی ہے پھر چالیس آدمی کیسے چاہتے تھے ایسے ہی کہ جن میں سے ہر ایک یہی سمجھے کہ اشاعت اسلام کا کام میرے سپرد ہے اور میں ہی اسے پورا کرنے کا ذمہ دار ہوں اب بھی اگر ایسے چالیس آدمی مل جائیں تو دنیا کا فتح کرنا مشکل نہیں چند دن میں دنیا کا نقشہ

بدلا جا سکتا ہے۔"

مگر جس جماعت میں خوارج ۔ مرتد مولفۃ القلوب ۔ منافقین کی کمی نہ ہو جسمیں ایسے لوگ بھی شامل ہوں جن کے چہرہ باطنی پر داغ جذام ہیں، جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں ۔ جن کی آنکھیں مصروف زنا ہیں ۔ وہ تمام دنیا کو فتح کیا کر سکتی ہے وہ اپنا شیرازہ ہی نہ بکھرنے دے تو یہ اُس کے کمال تدبر کی دلیل ہوگا ۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم (المتوفی سنہ ۱۹۰۵ء) اپنے اس آخری رسالہ الفرقان میں صفحہ ۲۰ پر تحریر کر چکے ہیں کہ ۔ " اسلام میں تمام شرارتوں کی جڑ شیعہ اور خوارج ہیں ۔" شاید اسلام کے ابتدائی زمانے میں اسکی مثال مل سکے مگر زمانہ حال میں ۔ ۴۰ کروڑ مسلمانوں کو کافر بنانے اور اسلام میں تفرقہ و پراگندگی پھیلانے کا جو گروہ ذمہ دار عام مسلمانوں کے نزدیک سمجھا جا رہا ہو اسی کو شرارتوں کا منبع غالباً قرار دیا جائے گا ۔ اگر مولوی عبدالکریم صاحب کو معلوم ہوتا کہ جلد ہی ان کی جماعت میں خوارج پیدا ہو جائیں گے تو شاید وہ اپنی طویل و بسیط رسالے میں تمام الزام شیعوں کے سر دھرنا ہی عین عبادت نہ سمجھتے جیسا کہ وہ صفحہ ۴۴ پر لکھ بھی چکے تھے کہ :۔

"شیعہ اور نصاریٰ دونوں ایک ہی مقصد کو مدنظر رکھتے اور ایک ہی راہ پر چلتے ہیں" شیعوں پر مولانا کی نگاہ مہر کوئی غیر متوقع نہیں جبکہ ان کے آقا و مرشد مرزا غلام احمد صاحب حجۃ اللہ اور سر الخلافہ میں بہت کچھ شیعوں کے خلاف خامہ فرسائی کر چکے تھے ۔

بہرحال ان تحریرات کا جواب کسی خاص وقت پر موقوف رکھکر ہم یہ مضمون صرف دو روایتیں دربارہ فضائل شعبان علی درج کر کے ختم کرتے ہیں :۔

(۱) ابو نعیم دیلمی نے فردوس الاخبار اور علامہ جلال الدین سیوطی نے

درمنثور میں نقل کیا ہے کہ جب یہ آیہ وافی ہدایہ نازل ہوئی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ۔ تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے عمل نیک بھی کیے وہی بہترین انسان ہیں۔

توجناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی سے ارشاد کیا کہ وہ لوگ تم ہو اور تمھارے شیعہ ہیں قیامت کے روز خوش وخوشنود رکھے گئے۔

(۲) ابن عساکر وخوارزمی اور سیوطی نے اسی روایت کو جابر ابن عبداللہ سے بھی نقل کیا ہے کہ ہم جناب رسالتمآب کی حضور میں حاضر تھے کہ جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے ان حضرت صلعم نے ارشاد کیا قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ اور اس کے شیعہ بس وہ ہی قیامت کے روز جنّت کے رفیع درجوں تک پہونچنے والے ہیں اور اسی حالت میں آیت مذکور نازل ہوئی اگر خادم صاحب شمر ملعون کو داخل خیر البریہ نہیں سمجھتے اور اُن کو علّامہ سیوطی وغیرہ جلیل القدر علمائے اہل سنّت کی تحریر پر اعتبار ہے تو شمر جیسے ننگ عالم کو شیعہ کہکر مسلمانوں کی دل آزاری سے باز آئیں اور فضائل شیعہ سے جو فریقین کی کتابیں بھری پڑی ہیں ان کو بنظر غور دیکھیں۔ خادم صاحب اگر رسالہ عشرہ مبشرہ مطبوعہ مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن منگا کر پڑھ لیں تو ان کو اپنے اس سوال کا کہ قاتلان حسین کا مذہب کیا تھا تسکین بخش اور مکمل جواب مل جائے گا۔

خاکسار

ضرغام حیدر زیدی

۳۰ اپریل ۱۹۲۲ء مطابق ۲ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ